

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ..... احوال و آثار

محی الدین ابوبکر*

اللہ رب العزت کے آخری کلام قرآن مجید فرقان حمید کی ابتداء ایک دعویٰ اور اس دعویٰ کی دلیل سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ دعویٰ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ تمام تعریفوں اور ستائشوں کی سزا اور وہی ایک ذات ہے اس لئے کہ وہ سب جہانوں کی پروردگار ہے۔

لفظ رب کے بارے میں کہا جاتا ہے ”الرَّبُّ فِي الْأَصْلِ التَّرْبِيَةُ وَهُوَ انْشَاءُ الشَّيْءِ خَالِئاً فَحَالاً إِلَى حَذِّ التَّمَامِ“ (۱)

یعنی رب اصل میں تربیت ہے جس کے معنی کسی چیز کو تدریجاً نشوونما دے کر حد کمال تک پہنچانے کے ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے ”التَّرْبِيَةُ وَهِيَ تَبْلِيغُ الشَّيْءِ إِلَى كَمَالِهِ شَيْئاً فَشَيْئاً“ (۲)

یعنی تربیت کسی چیز کو آہستہ آہستہ اس کے کمال تک پہنچانا ہے۔ علامہ آلوسی تربیت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ”تَبْلِيغُ الشَّيْءِ إِلَى كَمَالِهِ بِحَسَبِ اسْتِعْذَادِهِ الْأَزَلِيِّ شَيْئاً فَشَيْئاً“ (۳)

یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد و فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانا ہے۔ تربیت اور ربوبیت کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ ”کسی چیز کو یکے بعد دیگرے، اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ اپنی حد کمال تک پہنچ جائے۔ اگر ایک شخص نبو کے کوکھانا کھلا دے یا محتاج کو روپیہ دے دے تو یہ اس کا کرم ہوگا، جو دھوگا۔ احسان ہوگا۔ لیکن وہ بات نہ ہو گی جسے ربوبیت کہتے ہیں۔ ربوبیت کے لئے ضروری ہے کہ پرورش اور نگہداشت کا ایک جاری اور مسلسل اہتمام ہو اور ایک وجود کو اسکی تکمیل و بلوغ کے لئے وقتاً فوقتاً جیسی کچھ ضرورتیں پیش آتی رہیں ان سب کا سرو سامان ہوتا رہے نیز ضروری ہے۔ کہ یہ سب کچھ محبت و شفقت کے ساتھ ہو کیونکہ جو عمل محبت و شفقت کے

عاطفہ سے خالی ہوگا ربوبیت نہیں ہو سکتا“ (۴)

انسان بہت ساری چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سارے نتائج اخذ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ایسی صفت ہے جس کا احساس و شعور ہر انسان کو ہوتا ہے خواہ وہ کیسا ہی غبی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ایک ہمہ گیر اور مسلمہ حقیقت ہے جس کا ہر شخص کو اعتراف ہے اللہ تعالیٰ عدم سے وجود بخشتا اور اس وجود کی تمام تر ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اسے قوت و طاقت کے عروج تک پہنچاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

”اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً“ (الروم: ۵۴)

”(وہ) اللہ ہی ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو ناتواں پھر بخشی کمزوری کے بعد قوت“

اللہ تعالیٰ کو انسان کا کمال درکار ہے اس لئے کہ وہ رب ہے اور اس کی ربوبیت کا یہی تقاضا ہے۔ کسی بھی چیز کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اصل یعنی Origin تک پہنچ جائے۔

روح انسانی جو وجود انسانی کی علت ہے اس کی اصل کیا ہے وہ اس کے خالق نے ان الفاظ میں بتادی۔

”وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي“ (ص: ۷۲)

”اور میں نے پھونک دی اس میں اپنی روح میں سے“

لہذا اللہ نے اس بات کا انتظام و انصرام اس انداز میں فرمایا کہ زمین پر بھیجا جانے والا پہلا انسان صاحب وحی والہام تھا۔ یہ اک سلسلہ چلتا رہا۔ کڑی سے کڑی ملتی رہی، چراغ سے چراغ چلتا رہا، نور و ہدایت کی کہکشاں بنتی رہی آخر کار آفتاب نبوت جلوہ فرما ہوا جس کی تاب ناکیاں تاقیامت رہیں گی۔

نہی رحمت ﷺ کے بعد تربیت و تزکیہ اور تبلیغ کا فریضہ ان کی امت کے سپرد کیا گیا۔ جو مسلسل ادا کیا جاتا رہا ہے۔ ان نفوس محمودہ میں ایک بہت نمایاں نام حاجی امداد اللہ مہاجر کی کا ہے۔

ولادت باسعادت

آپ کی پیدائش ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۴ء پیر کے روز قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور (یو۔ پی) میں ہوئی۔ جو آپ کی نانہال تھی لیکن آبائی وطن تھا نہ بھون ضلع مظفر نگر یو۔ پی ہے۔ (۵)

”آپ کا نام نامی آپ کے والد مرحوم نے امداد حسین رکھا تھا لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب نبیرہ

شاہ عبدالعزیز صاحب نے امداد اللہ کے لقب سے ملقب فرمایا۔ چنانچہ اس نام کو حاجی صاحب نے بھی ترک کر دیا اور کتابوں نیز خطوط میں ہمیشہ امداد اللہ ہی لکھا۔“ (۶)

”آپ کا تاریخی نام ظفر احمد اور والد صاحب کا نام حافظ محمد امین بن شیخ بڑہا بن حافظ شیخ بلاقی تھ۔ (۷)

آپ نسافاروقی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پچیس واسطوں سے سلسلہ تصوف کے مشہور بزرگ حضرت ابراہیم بن ادہم سے ملتا ہے۔“ (۸)

آپ کے نانا شیخ علی محمد صدیقی قصبہ نانوتہ کے باشندے تھے اور بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے قریبی عزیز تھے۔ والدہ محترمہ کا اسم گرامی بی بی حسینی تھا۔ (۹)

”حاجی صاحب کے دو برادر کلاں و ایک برادر و ہمیشہ خورد بھی تھیں۔ بڑے بھائی ذوالفقار علی و مختلے نندا حسین نام تھے اور تیسرے خود حضرت الیشاں اور چھوٹے بھائی بہادر علی و ہمیشہ بی بی وزیر النساء نام تھیں“ (۱۰)

تعلیم

”والدہ ماجدہ کو آپ سے بے انتہا محبت تھی اگرچہ آپ کے تین بھائی اور ایک بہن بھی مگر والدہ کو جو تعلق آپ سے تھا وہ دوسروں سے نہ تھا۔ اسی اذ پیار کی وجہ سے ابتدائی تعلیم سے بھی محروم رہے۔ ابھی عمر کی ساتویں منزل ہی میں قدم رکھا تھا کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا انہوں نے انتقال کے وقت خاص طور پر وصیت کی کہ کوئی میرے بعد اس بچے کو ہاتھ نہ لگائے اس وصیت کی تکمیل میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ کسی کو آپ کی تعلیم کی جانب توجہ نہ ہوئی بالآخر آپ خود ہی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ (۱۱)

بقول مولینا شیر کوئی سن شعور کو پہنچنے پر خود مولانا کے اندر حصول علم کا ذوق پیدا ہوا۔ (۱۲)

ہندوستان سے ہجرت کے بعد ۱۲۵۸ھ میں چند دن میں مکہ میں حفظ قرآن مکمل ہو گیا۔ سولہ سال کی عمر میں تقریباً ۱۲۴۹ھ میں مولانا مملوک علی (مولانا قاسم نانوتوی اور سرسید احمد خاں کے استاد) مشہور استاد و صدر شعبہ علوم شرقیہ دہلی کالج کے ہمراہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا۔ اسی زمانے میں فارسی کی مختصر کتابیں پڑھیں اور کچھ علم صرف و نحو کا حاصل کیا۔ مولانا رحمت علی تھانویؒ سے ”تکمیل الایمان“ شیخ عبدالحق دہلوی کی قرأت اخذ کی اس کے بعد مشکوٰۃ المصابیح کا ایک چوتھائی حصہ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی کے سامنے تلاوت کیا

امام ابوحنیفہؒ ”الفقہ الاکبر“ مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے پڑھی۔ (۱۳)

یہ ہر دو بزرگوار (مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی، مولانا عبدالرحیم نانوتوی) ارشد تلامذہ عارف مستغرق حضرت مولانا مفتی الہی بخش کاندہلوی کے تھے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ خاتم دفتر ششم مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ و شاگرد حکیم امت محمدیہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تھے۔ (۱۴)

حاجی صاحبؒ نے اگرچہ رسمی طور پر تو زیادہ علم حاصل نہ کیا نہ کسی درس گاہ سے باقاعدہ کسب فیض کیا لیکن ان کا علم کس قدر تھا اس کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

”لوگ حاجی صاحب کے معتقد ہوئے زہد و تقویٰ سے کثرت عبادت سے یا کرامات سے اور میں معتقد ہوا علم سے۔ مزید فرمایا ہماری معلومات تو زیادہ ہیں مگر بصیرت قلب زیادہ نہیں اور حاجی صاحبؒ کے معلومات گولیل ہیں مگر بصیرت قلب بہت زیادہ ہے اس لئے ان کے جتنے علوم ہیں سب صحیح ہیں۔ (۱۵)

ارواحِ ثلاثہ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں حضرت حاجی صاحبؒ نے صرف کافیہ تک پڑھا تھا اور ہم نے اتنا پڑھا ہے کہ ایک اور کافیہ لکھ دیں مگر حضرت کے علوم ایسے تھے کہ آپ کے سامنے علماء کی کوئی حقیقت نہ تھی ہاں اصطلاحات تو ضرور نہیں بولتے تھے“ (۱۶)

مولانا قاسم نانوتوی سے ایک شخص نے دریافت کیا ”کیا حاجی صاحبؒ عالم تھے؟ فرماتے ہیں۔

”عالم ہونا کیا معنی اللہ کی ذات پاک نے آپ کو عالم کر فرمایا ہے“ (۱۷)

حاجی صاحبؒ کے علوم کا اندازہ اگر کسی کو کرنا ہو تو آپ کے ملفوظات، مکتوبات اور شرح مثنوی مولانا رومؒ کا مطالعہ کرے ”ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ظاہری تعلیم اگرچہ قلیل تھی لیکن علم لدنی کے باعث آپ پر شریعت اور تصوف کے راز فاش کر دیئے گئے تھے“۔ (۱۸)

بیعت و ارادت

حصولِ علم کی غایت دنیا، اپنے آپ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے جبکہ انسانوں کی وہ اکثریت جو علم سے متعلق ہوتی ہے وہ معلومات بہم پہنچاتی رہتی ہے اور غایتِ اصلی یعنی خدا شناسی سے غافل اور محروم رہتی ہے۔

چھلکے کو کریدتی رہتی اور مغز کو کھودیتی ہے جبکہ حاجی صاحبؒ ”ابھی ظاہری تعلیم میں مصروف تھے کہ اللہ تعالیٰ

سے تعلق اور اس کی جستجو کا جوش و جذبہ دل میں پیدا ہوا“ (۱۹)

اور یہ حق کی جستجو غالباً اس بیعت تبرک کی وجہ سے تھی جس کے بارے میں فرمایا ”میں تین سال کا تھا کہ سید صاحب (سید احمد شہید) کی آغوش میں دیا گیا اور انہوں نے مجھ کو بیعت تبرک میں قبول فرمایا“ (۲۰)

”اٹھارہ برس کی عمر میں آپ نے مولانا نصیر الدین نقشبندی مجددی کے ہاتھ پر بیعت کی جو شاہ محمد آفاق کے مرید و خلیفہ اور شاہ محمد اختر کے داماد و شاگرد تھے۔ چند دن ان سے کسب فیض کیا اور پھر اجازت بیعت حاصل کی“ (۲۱)

ان کی شہادت کے بعد واپس ’تھانہ بھون‘ آئے۔ پھر وہاں ایک عرصہ تک رہے پھر ”لوہاری“ پہنچے۔ وہاں شیخ نور محمد چھنچھنواوی کی خدمت میں عرصہ تک رہے اور ان سے بھی خلافت حاصل ہوئی (۲۲)

اخلاق و عادات

حسن اخلاق انسانیت کا حسن ہے خوش اطواری مومن کا طرہ امتیاز ہے۔ جس قدر کسی شخصیت کے اخلاق اچھے ہوں گے اسی اعتبار سے اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ جتنا کردار مضبوط ہوگا اسی قدر وہ مؤثر ہوگا۔ پند و نصائح وہ کچھ نہیں کر پاتے جو کچھ حسن عمل کے طفیل ہو جاتا ہے اسی لئے انسان کامل ﷺ نے فرمایا:

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (۲۳)

یعنی مومنوں میں سے ایمان میں کامل ترین وہ ہے جس کے اخلاق ان میں سے اچھے ہیں۔ جس طرح آفتاب کے غروب ہونے کے بعد شفق کی سرفری رہتی ہے اسی طرح کسی شخصیت کے اس دنیا سے جانے کے بعد اس کے اثرات رہتے ہیں جتنا اس کا کردار قوی ہوتا ہے اتنے ہی اس کے اثرات دیر پا ہوتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر کی گو اس دنیا سے رخصت ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے تاریخ نے زمانے کے کئی نشیب و فراز کو اپنے دائرے میں محفوظ کر لیا ہے لیکن ان کے اثرات اب بھی محسوس کئے جاتے ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ بہت بلند کردار، خوب سیرت اور اخلاقی حسنہ کے مالک تھے۔ اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

”حاجی صاحبؒ میں وہ شفقت و محبت امتیازی حیثیت سے موجود تھی جو ایک رہبر اور ولی کامل میں اپنے معتقدین اور مریدین کے لئے ضروری تھی وسعت قلبی اور رواداری آپ کا خاصہ تھا، کسی کی دل آزاری آپ کو

قطعاً پسند نہ تھی۔ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، حنفی و شافعی ہر قسم کے لوگ آپ کے مرید و معتقد تھے۔ لیکن کسی کے مسلک اور نظریہ سے تعلق رکھتے تھے نہ اسے اس فکر کو ترک کرنے کی تلقین کرتے بلکہ اس کے برخلاف اُترتے معلوم ہوتا کہ اس نے اپنا مسلک چھوڑ دیا ہے تو اس سے باز پرس کرتے ایک دفعہ ایک اہلحدیث آپ کے مرید ہو گئے ان صاحب کے متعلق آپ کو علم ہوا کہ اس نے آمین بالجہر اور رفع یدین ترک کر دیا ہے آپ نے بلایا اور دریافت کیا کہ تم نے یہ دونوں از خود ترک کی ہیں یا ہماری وجہ سے چھوڑی ہیں۔ اگر ہماری وجہ سے چھوڑی ہیں تو ایسا نہ کرنا۔ میں ترک سنت کا باعث کیوں بنوں سنت یہ بھی ہے اور وہ بھی۔“ (۲۳)

حاجی صاحب کے ہاں ادب کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی فرمایا ”حسن ادب ترجمان عقل ہے بلکہ التصوف کُلّہ اذب“ دیکھو حق تعالیٰ اہل ادب کی بزرگی کی مدح فرماتا ہے ان الدین بغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ لہم مغفرۃ و اجر عظیم۔ جو کہ ادب سے محروم ہے وہ تمام خیر و برات سے محروم ہے اور جو کہ محروم از ادب ہے وہ قرب حق سے محروم ہے۔ (۲۵)

حاجی عبدالرحیم بیان کرتے ہیں ”میں نے مدت تک حضرت صاحب کی خدمت کی رات کو بھی دن کو بھی مگر کبھی پاؤں پھیلا کر سوتے نہیں دیکھا بلکہ پاؤں سٹے رہتے تھے۔ بہت روز تک تو اس طرف التفات بھی نہیں ہوا جب عرضہ دراز تک شاذ و نادر بھی پاؤں پھیلے ہوئے نہ دیکھے تب خیال ہوا کہ غالباً یہ قصد ہے آخر حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے۔ بھلا اس طرح سونے میں کیا نیند آتی ہوگی اور کیا آرام ملتا ہوگا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ جا باو لے۔ تو آرام کو لیے پھرتا ہے تو نہیں جانتا کہ اپنے محبوب کے سامنے پاؤں پھیلاتا ہے ادبی ہے۔“ (۲۶)

رفیق اور نرمی کا اخلاق حسنہ میں کیا مقام ہے محسن انسانیت ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے اندازہ کیجئے:

مَنْ يُحَرِّمُ الرَّفْقَ يُحَرِّمُ الْخَيْرَ (۲۷)

جو نرمی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم ہے۔

حضرت صاحب میں نرم خوئی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جس امر کے دونوں شق مباح ہوں اور حضرت صاحب کی رائے ایک شق کی طرف استحکام کے ساتھ قائم ہو جاوے اور کوئی شخص مشورۃ عرض کرے کہ حضرت

یوں مناسب نہیں فی الفور ارشاد فرماتے کہ اچھا جیسی مرضی ہو بلکہ بعض اوقات دوسرے وقت اپنی رائے کی مصلحتیں بھی بیان فرماتے اور کوئی مرض کرتا کہ پھر حضرت اسی طرح کر لیا جاوے تو فرماتے نہیں ہمارے دوستوں کی مرضی نہیں ہے جانے دو“ (۲۸)

حاجی ادا اللہ شریعت کے تحت قبیح اور پابند تھے۔ ہر بات میں اتباع سنت کی فکر دامن گیر رہتی۔ اصحاب طریقت کے بارے میں یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کہ وہ شاید شریعت کے پابند نہیں ہوتے اس سلسلہ میں فرمایا: ”لوگ گمان کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے جدا ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے اقرار باللسان اشارہ طرف شریعت کے ہے اور تصدیق بالجان سے مطلب طریقت ہے پس ایک بغیر دوسرے کے کام کا نہیں اقرار بدوں تصدیق نفاق ہے اور تصدیق بلا اقرار بیکار ہے۔“ (۲۹)

مسلمانوں نے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے اور جس سے محبت ہو اس کا مفاد عزیز ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی آزادی جب انگریز کے ہاتھوں چھنی تو حاجی صاحب مضطرب ہو گئے اور غاصب کے خلاف میدان کارزار میں اترنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ اس جنگ کی قیادت کی۔ قصبہ تھانہ بھون میں انگریز کے متوازی مسلمانوں کی حکومت قائم کی۔

کسی شخصیت کا حسن اور کمال اس میں مضمر ہوتا ہے کہ اس کے اندر تمام خوبیاں موجود ہوں۔ خوش طبعی بھی انسانی شخصیت کا ایک ضروری اور خوش گوار پہلو ہے۔ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ اہم امور انجام دینے والے حضرات اس خصوصیت سے تہی دامن ہوتے ہیں۔ حاجی صاحب کی طبیعت میں یوست نہ تھی بلکہ ہم مرتبہ حضرات کی صحبت میسر آتی تو ہنس مذاق کی باتیں بھی خوب ہوتیں۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے۔

”صبح کے وقت حاجی صاحب اور ان کے ہم مرتبہ دوست بھنے ہوئے چنوں کا ناشتہ کیا کرتے تھے جن میں کشمش ملی ہوئی ہوتی تھی۔ یہ پنے ایک کھپالی میں محفوظ ہوتے تھے۔ ناشتہ کے وقت کھپالی نکالی جاتی اور پنے حاصل کرنے کے لئے یہ حضرات خوب چھینا چھینی کرتے۔ صحن مین بھاگے بھاگے پھرتے۔ کسی کو اس بات کا خیال ہی نہ رہتا کہ وہ کس مرتبہ اور کسی حیثیت کے لوگ ہیں۔“ (۳۰)

اسی طرح سے بیان کیا جاتا ہے ”کسی کو بخار تھا۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ اچھا ہوا پہلے تو مسلم تھے اب

بخاری بھی ہو گئے۔“ (۳۱)

حضرت حاجی صاحبؒ میں ذوقِ عبادت بے پناہ تھا۔ شب زندہ دار تھے۔ ہر وقت مجاہدات میں مشغول رہتے کہا جاتا ہے ”حضرت حاجی صاحب خلقۃ ہی ضعیف نحیف اور خفیف اللحم تھے اس پر مجاہدات، ریاضات اور تقلیل طعام و منام نے اور ان سب کے ساتھ سوز و عشق نے بدن کو ایسا گھلادیا تھا کہ آخر زمانہ میں کروٹ بھی بدلتی دشوار ہو گئی تھی۔“ (۳۲)

حاجی صاحبؒ ایک متواضع شخصیت تھے تواضع فی الحقیقت انسانیت کی معراج ہے شاخِ ثمر دار ہمیشہ جھکی ہوئی ہے ان کی تواضع کا ثبوت اس واقع سے بھی ملتا ہے۔

”بعض دفعہ آنے جانے والوں کے ہجوم سے بالخصوص ایامِ حج میں حضرت صاحب کو بہت زحمت ہوتی لیکن کبھی صراحت تو کیا اشارۃً بھی انقباضِ ظاہر نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ بالکل قیلولہ کا وقت آ گیا اور حاضرینِ مجلس سے نہ اٹھے ایک خادم کو ناگوار ہوا اور اشارہ سے حاضرین کو اٹھانا چاہا آپ نے فراست سے دریافت فرمالیا کہ ایسا ارادہ ہے آپ نے فرمایا خبردار کسی کو کچھ مت کہو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت پھر آپ کو تکلیف جو ہوتی ہے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو کچھ تکلیف نہیں اور اگر کچھ تکلیف بھی ہو تو کیا ہوا طالبانِ حق کے لئے اس کو برداشت کرنا چاہئے اور میرے پاس رکھا کیا ہے کوئی دنیا کی دولت تو ہے نہیں محض حسنِ ظن سے میرے پاس آتے ہیں سو میں خواہ اچھا نہ ہوں مگر ان لوگوں کے اچھے ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا کی طلب میں قدم اٹھا کر مجھ تک آتے ہیں اس لئے میں تو ان کے قدموں کی زیارت کو موجبِ نجات سمجھتا ہوں۔“ (۳۳)

ہر مقام کے کچھ اصول ہوتے ہیں اس دنیا کا اصول یہ ہے کہ اشیاء کا وزن کششِ ثقل کی وجہ سے ہے جبکہ دوسری دنیا میں اعمال کا وزن اخلاص کے طفیل ہوگا۔ کسی عمل کی تہہ میں جتنا زیادہ اخلاص کا رفرما ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کا وزن ہوگا۔ اس لحاظ سے اخلاص اعمال کی جان ہے ہر وہ فرد جسے اللہ تعالیٰ نے عامۃ الناس کی فیض رسانی کے لئے منتخب فرمایا اسے اخلاص کی دولت سے نوازا۔ حاجی صاحبؒ کا اخلاص اس سے واضح ہے۔

”حضرت صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری نیت لوگوں کو بیعت کرنے میں صرف یہ ہے کہ بیعت ایک قسم کا مصافحہ ہے جس میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے سو قیامت کے روز دونوں پیرومید میں سے جو شخص زور آور ہوگا وہ دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھینچ لے جاوے گا اور ظاہر ہے بروئے حدیث ”سبقت رحمتی

علیٰ غنصی، ”زوآ و روہی ہوگا جو مرحوم ہو پس مرحوم اپنے ساتھ مغضوب کو رحمت کی طرف لے جاوے گا“ (۳۴)
حضرت حاجی صاحب سیرت و کردار کا حسین مرقع تھے۔ اخلاقی حسنہ کی طرف طبعی میلان اور اخلاق
رضیلہ سے فطری نفرت تھی۔ اسوۂ رسول کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔ اس جہان خیر و شر میں خیر کی پشتی بانی
کی مخلوق کے لئے انفع ثابت ہوئے۔ روحانی طور پر مضطرب لوگوں کی دیکھیری فرماتے رہے۔ بقول شورش
کاشمیری مرحوم

چچ و خم کھاتی ہوئی راہوں کو چمکاتا رہا

مہر عالمتاب رنگ و بو برساتا رہا

روحانی مقام

حاجی امداد اللہ صاحب کے روحانی مقام کا اندازہ ان کے مرشد حضرت میاں جی نور محمد جھانوی کے اس
ارشاد سے ہوتا ہے:

”ہم نے ایک ایسی ہنڈیا پکائی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ پکی تھی“ (۳۵)

حضرت میاں جی کے اس ارشاد میں حاجی صاحب کے بلند مقام اور روحانی پختگی کی طرف اشارہ ہے
اس کپی ہوئی لذیذ ہانڈی میں سے بڑے بڑے علماء اور صوفیاء نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق کھایا ہمیشہ کے
لئے مجبور ہوئے اور حسب استعداد مقامات رفیع پر فائز ہوئے۔

”حاجی صاحب کے مریدوں میں یوں تو تقریباً پانسو علماء تھے اور عوام کی تعداد بتانا مشکل ہے“۔ (۳۶)
اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو حضرت حاجی صاحب کی طرف مائل کر دیا۔ عرب و عجم سے خلق خدا ان
کے حلقہ میں داخل ہوئی۔ انوار العاشقین میں ہے۔

”حاجی امداد اللہ سے ایسا فیضان جاری ہوا کہ اکثر شمالی اسلامیہ ہندوستان، عربستان و ترکستان وغیرہ
میں آپ کے خلفاء پہنچے اور ارشاد طریقت اور اشاعت اسلام و تعلیم سلوک سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مصروف
ہوئے، ایک عالم کو رنگ دیا“ (۳۷)

”حضرت حاجی امداد اللہ کا روحانی مقام اس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً بڑے
بڑے بلند پایہ علماء اور صلحاء آپ کے مرید تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، شیخ الحدیث و مدرس اَوَّل دارالعلوم دیوبند، مولانا فیض الحسن سہارنپوری مشہور ادیب و استاد شبلی، مولانا ذوالفقار علی صاحب شارح حماسہ، مثنوی وغیرہ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری، نواب حاجی مولوی محی الدین خاں مراد آبادی، علامہ عصر مولانا عبدالرحمن کاندہلوی، مولانا الحاج محی الدین خاں خاطر میسوری مصنف کتب کثیرہ، مولانا صفات احمد غازی پوری وغیرہ ہم“ (۳۸)

مولانا محمد ادریس کاندہلوی کے والد ماجد مولانا حافظ محمد اسماعیل کاندہلوی (۳۹) اور مولانا اشرف علی تھانوی شامل ہیں۔ (۴۰)

علمی و تصنیفی خدمات

حضرت حاجی صاحب کی تصنیفات بنیادی طور پر دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہیں جو الفاظ و قرطاس کی شکل میں ہوتی ہیں دوسری وہ جو کردار و شخصیت کی صورت میں ہوتی ہیں۔ قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ خزینۂ علم و معرفت، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی شارح حماسہ و مثنوی اور حکیم الملت، مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی آپ کی چند نمایاں چلتی پھرتی تصانیف تھیں۔

الفاظ و معانی جو آپ نے قرطاس پر منتقل کئے اگرچہ وہ مختصر ہیں مگر ان کے ایک ایک جملہ میں علماء و صوفیاء کے لئے حقائق اور معرفت کے خزانے بھر دیئے ہیں۔ آپ نے درج ذیل کتب و رسائل تحریر فرمائے۔

۱۔ حاشیہ مثنوی مولانا روم

مولانا جلال الدین رومی کے فکر و فلسفہ کو دنیائے علم و دانش میں ادب و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری اور ان کے فکر و فلسفہ کی بنیادیں مولانا روم کی فکر سے وابستہ ہیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر کی مثنوی کا درس دیا کرتے۔ دوران درس آپ مثنوی کے اس نسخہ پر جو آپ کے زیر مطالعہ رہتا تھا اپنی یادداشتیں تحریر کرتے رہتے اور یہی حواشی ایک مختصر شرح کی صورت اختیار کر گئے۔ اگرچہ یہ حواشی نامکمل تھے لیکن شائع ہوئے اور بعد ازاں مفتی الہی بخش کاندہلوی نے اس کی تکمیل کی۔

۲۔ ضیاء القلوب (فارسی) ۳۔ ارشاد مرشد (اردو)

۴۔ وحدت الوجود (فارسی) ۵۔ گلزار معرفت (اردو کلام)

۶۔ ہفت مسئلہ (اردو) ۷۔ تحفۃ العشاق (اردو مثنوی)

۸۔ جہاد اکبر (اردو مثنوی) ۹۔ غذائے روح (اردو مثنوی)

۱۰۔ دردنامہ غمناک (اردو کلام) ۱۱۔ مکتوبات (اردو، فارسی)

وفات حسرت آیات

موت ایک اہل حقیقت ہے جس کا انکار اور جس سے منفر ممکن نہیں۔ بقول شاعر

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف ہے گا

جب احمد مرسل نہ رہے کون رہے گا

انسان کتنا بھی عظیم کیوں نہ ہو وہ بہر حال فانی ہوتا ہے کوئی انسان اس کا رخاۂ قدرت میں ناگزیر نہیں ہوتا۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے اس کا جانا اسی وقت ٹھہر جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ بھی اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے اپنے وجود مسعود سے دنیا کو منور کرتے رہے بالآخر چوراسی سال تین ماہ میں روز اس عالم تاریک کو منور فرما کر ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء بروز چہار شنبہ بوقت اذان صبح محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور اہل دنیا کو مفارقت کا داغ دیا۔ جنت المعلیٰ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ثم المکی بانی مدرسہ صولتیہ کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔ (۴۱)

تاریخ کی آنکھ بہت عمیق و دقیق اور غیر متعصب ہوتی ہے مؤرخ کسی شخصیت کا مقام اس کے مثبت اور منفی اثرات کا بے الگ تجزیہ کرنے کے بعد متعین کرتا ہے عظیم شخصیت وہ نہیں ہوتی جو محض ہنگامہ خیز ہو، جو ہیجان پیدا کر دے جو Haves اور Have nots کو باہم گھٹم گھٹا کر دے، بلکہ عظیم شخصیت وہ ہوتی ہے جس کے مثبت اثرات مرتب ہوتے رہیں قدرت نے حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت شاہ ولی اللہ کا درد دل اور بصیرت اور سید احمد شہیدؒ کا جذبہ جہاد عطا فرمایا تھا جس کے اثرات اب بھی محسوس کئے جاتے ہیں ان کے اثرات کے بارے میں کہا جاتا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے انہیں دل و دماغ کی بہت سے خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ انیسویں صدی کی تین عظیم الشان تحریکوں کا منبع و مخرج تھے۔

۱۔ مسلمانوں کی دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے جو تحریک انیسویں صدی میں شروع ہوئی جس نے بالآخر

دیوبند کی شکل اختیار کی ان ہی کے خلفاء و مریدین کی پُر خلوص جدوجہد کا نتیجہ تھی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) مولانا محمد قاسم نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ) مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور حاجی محمد عابدان کے خلفاء تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا محمد قاسم کے جانشین تھے۔ ان ہی بزرگوں کی کوششوں سے دینی تعلیم کا چرچا ہوا۔

۲۔ باطنی اصلاح و تربیت کے لئے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں دو بزرگوں کی کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں مولانا اشرف علی تھانویؒ حاجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ نصف صدی سے زیادہ انہوں نے ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں میں اصلاح کا کام کیا۔

مولانا محمد الیاسؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید تھے جو دینی بصیرت اور جذبہ اللہ نے انہیں عنایت فرمایا تھا۔ اس کی مثال اس عہد میں مشکل سے ملے گی۔

۳۔ انیسویں صدی کی تیسری اہم تحریک، آزادی وطن کی تھی اس سلسلہ میں خود حاجی صاحبؒ اور ان کے منسلکین نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ہندوستان کی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں غدر کے زمانے میں تھانہ بھون کا انتظام حاجی صاحبؒ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور خود دیوانی اور فوجداری کے مقدمات فیصلہ فرماتے تھے آزادی وطن کے جس جذبے نے حاجی صاحبؒ کے قلب و جگر کو گرمایا تھا وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے پہلو میں ایک شعلہ بن گیا تھا وہ اور ان کے رفقاء اور تلامذہ نے ہندوستان سے انگریزی حکومت کا اقتدار ختم کرنے کے لئے جن مصائب کا سامنا کیا، تاریخ ہند کا کوئی دیانتدار مؤرخ ان کو بھلا نہ سکے گا“ (۴۲) اور بقول شاعر:

بو ذر و سلمان کے اوصاف کا مظہر تھا وہ

اس صدی میں غیرت اسلام کا پیکر تھا وہ

حوالہ جات

- ۱۔ راغب، اصفہانی امام مفردات القرآن، بیروت: دارالمعرفۃ، ص ۱۸۴
- ۲۔ القاسمی، جمال الدین محمد تفسیر قاسمی (محاسن التاویل) بیروت: دارالفکر ۱۹۷۸ء، ج ۱ ص ۸
- ۳۔ آلوسی، محمود ابو الفضل شہاب الدین۔ روح المعانی ج، ۷۷ بیروت: دار احیاء التراث العربی، ص ۱
- ۴۔ آزاد، ابوالکلام، مولانا ام الکتاب لاہور: اسلامی اکادمی ۱۹۷۵ء، ص ۳۰
- ۵۔ انوار الحسن، شیر کوٹی، پروفیسر حیات امداد کراچی: مدرسہ عربیہ ۱۹۶۵ء، ص ۵۴
- ۶۔ شیر کوٹی، کتاب مذکور، ص ۵۳
- ۷۔ شیر کوٹی، کتاب مذکور، ص ۵۴
- ۸۔ ارشد عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان، لاہور مکتبہ رشیدیہ، ص ۸۴
- ۹۔ زیدی، نظیر سید حاجی امداد اللہ مہاجرکی، سیرت و سوانح، لاہور: منصورہ ادارہ معارف اسلامی، ص ۵۰
- ۱۰۔ صادق البقین، شام امدادیہ شاہ کوٹ (شیخوپورہ) کتب خانہ شرف الرشید، ص ۶
- ۱۱۔ ارشد، کتاب مذکور، ص ۸۴
- ۱۲۔ شیر کوٹی، کتاب مذکور، ص ۵۴
- ۱۳۔ شیر کوٹی، کتاب مذکور، ص ۵۵، ۵۴
- ۱۴۔ صادق البقین، کتاب مذکور، ص ۸
- ۱۵۔ تھانوی، اشرف علی مولانا، معارف امدادیہ لاہور: مکتبہ رشیدیہ ۱۹۷۷ء
- ۱۶۔ تھانوی، اشرف علی مولانا، ارواح ثلاثہ، کراچی: دارالاشاعت، ص ۱۷۲
- ۱۷۔ ایضاً امداد المشتاق، جہلم بک کارنر پرنٹرز ۲۰۰۰ء، ص ۱۰ و شام امدادیہ، ص ۱۱
- ۱۸۔ شیر کوٹی، کتاب مذکور، ص ۵۵
- ۱۹۔ تھانوی اشرف علی مولانا، امداد المشتاق، ص ۷
- ۲۰۔ صادق البقین، شام امدادیہ ۵۳
- ۲۱۔ تھانوی اشرف علی مولانا، امداد المشتاق، ص ۷

- ۲۲۔ فیوض الرحمن ڈاکٹر حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور ان کے خلفاء کراچی: مجلس نشریات اسلام، ص ۱۰
- ۲۳۔ ابو داؤد سلیمان ابن الاشعث البجستانی، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ بیروت دار احیاء السنۃ النبویہ، ج ۳ ص ۲۲۱
- ۲۴۔ شیر کوئی حیات امداد، ص ۸۲
- ۲۵۔ صادق البقین، شائم امدادیہ ص ۲۹
- ۲۶۔ تھانوی، اشرف علی مولانا، کمالات امدادیہ لاہور مکتبہ الفرقان، ص ۹
- ۲۷۔ مسلم امام صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الرفق ۱۶
- ۲۸۔ کمالات امدادیہ ۱۶
- ۲۹۔ صادق البقین، شائم امدادیہ ۳۲
- ۳۰۔ زیدی نظیر سید حاجی امداد اللہ مہاجر کی سیرت و سوانح، ص ۶۲
- ۳۱۔ تھانوی، اشرف علی مولانا معارف امدادیہ ص ۱۷۵
- ۳۲۔ ذکر امام مولانا تارخ مشائخ چشت، کراچی: مکتبہ الشیخ، ص ۲۶۶
- ۳۳۔ کمالات امدادیہ، ص ۱۵، ۱۶
- ۳۴۔ کمالات امدادیہ، ص ۲۸
- ۳۵۔ شیر کوئی حیات امداد، ص ۱۷۵
- ۳۶۔ شیر کوئی حیات امداد، ص ۸۳
- ۳۷۔ الحسینی نفیس سید احوال و آثار شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر کی لاہور: انجمن ارشاد مسلمین
- ۳۸۔ شیر کوئی حیات امداد، ص ۵۹
- ۳۹۔ صدیقی، محمد میاں تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندہلوی، لاہور: مکتبہ عثمانیہ
- ۴۰۔ ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص ۳۱۶
- ۴۱۔ فیوض الرحمن ڈاکٹر حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور ان کے خلفاء، ص ۱۴
- ۴۲۔ نظامی، خلیق احمد تارخ مشائخ چشت، کراچی: مکتبہ عارفین ۱۹۷۵ء، ص ۲۳۳، ۲۳۴